تاریخِ ولادتِ

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

(ایک تحقیق)

از قلم

محمد مدثر بنگلوری

خادم تدریس جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

التمہید

سرورِ دو عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ایسی مبارک ومقدس ہے کہ ہر کوئی آپ کے ذکر سے لطف وسرور محسوس کرتا ہے؛ اِسی لیے اپنے اپنے مزاج و مذاق کے لحاظ سے ہر کوئی تحریراً وتقریراً اِس عظیم ذکر میں حصہ لیتا اور لطف اندوز ہوتا ہے؛ ''ربیع الاول'' کے اِس مبارک ومسعود مہینے کی بابت، کہ جسے ذاتِ رسول کے ساتھ خاص الخاص مناسبت ہے، یہ خیال آیا کہ ذکرِ رسول کی کیف ومستی سے خود کو کیوں کر محروم رکھوں؛ اِسی خیال نے دل میں یہ بات ڈالی کہ آپ علیہ السلام کی تاریخِ ولادت کے سلسلے میں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک تحقیق پیش کروں کہ جس میں آپ کی ولادت باسعادت کے سال، تشریف آوری کے تاریخ ودن اور آنِ ولادت ومکانِ ولادت جیسے امور پر تاریخی رو سے بحث کی جائے۔ درجِ ذیل سطور اِسی خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے رقم کیے گئے ہیں۔

ولادتِ مبارکہ کا سال

زمانۂ جاہلیت میں کسی شخصیت کی پیدائش یا وفات کی تاریخ یاد رکھنا ہوتا؛ تو قریبی زمانے میں گزرے کسی بڑے واَہم واقعے سے حساب لگایا جاتا اور اُس شخصیت کی تاریخِ ولادت ووفات کو اسی لحاظ سے محفوظ کیا جاتا۔ بعض معتبر روایات سے پتا چلتا ہے

کہ آپ علیہ السلام کی ولادت سے قبل عربوں میں ’’واقعۂ فیل‘‘ بڑی اہمیت کا حامل تھا؛ لہٰذا آپ علیہ السلام کی ولادت کے سلسلے میں بھی اِسی علاقائی رواج کوملحوظ رکھتے ہوئے ’’واقعۂ فیل‘‘ سے حساب لگایا گیا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ واقعۂ فیل کے بعد کس سال آپ کی ولادت ہوئی؟ سو اِس بابت کتبِ سیر میں کئی اقوال ملتے ہیں:

’’سننِ ترمذی‘‘ کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ آپ علیہ السلام واقعۂ فیل کے سال پیدا ہوئے؛ نیز علامہ ابن کثیر، ابن الجوزی نے اِس پر مؤرخین واہلِ سیر کا اتفاق نقل کیا ہے۔

امام ترمذی نے اپنی سند سے قیس بن مخرمہ کے قول: ’’ولدت أنا و رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عام الفيل‘‘ کونقل کرنے کے بعد اِس کو’’حسن غریب‘‘ فرمایا ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی میلاد النبی:۲/۲۰۳)

اورعلامہ ابن کثیر’’البداية والنهاية‘‘ میں فرماتے ہیں:

> ’’قال ابن إسحاق و كان مولده عليه الصلاة والسلام عام الفيل و هذا هو المشهور عن الجمهور. قال إبراهيم بن المنذر الحزامي: و هو الذي لا يشك فيه أحد من علمائنا أنه عليه الصلاة والسلام ولد عام الفيل.‘‘

(البدایۃ:۳/۳۷۷، صفۃ الصفوۃ:۱/۱۸، المواھب اللدنیہ مع شرح الزرقانی:۱/۲۴۴)

اِس کے علاوہ بعض کتبِ سیر وتاریخ میں آیا ہے کہ آپ کی ولادت عام الفیل کے دس سال بعد ہوئی، اِسی طرح بعض میں تیرا، پندرہ، تئیس، تیس اور چالیس سال وغیرہ کا بھی ذکر آیا ہے؛ لیکن مؤرخین نے اِن سب کوضعیف وغریب کہہ کر رد فرمایا ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے: البدایۃ:۳/۳۷۸، سبل الہدی والرشاد:۱/۴۰۳-۴۰۵، تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس:۱/۱۹۶)

یہاں پر ایک اختلاف یہ بھی مذکور ہے کہ ولادتِ مبارکہ عام الفیل کے کتنے دن بعد ہوئی؟ مشہور قول یہ ہے کہ آپ عام الفیل کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے۔ علامہ سہیلی اور ایک بڑی جماعت نے اِسی کو صحیح قرار دیا ہے اور صاحبِ رحمۃ للعالمین نے گرچہ ۵۵/ دن کی تصریح کی ہے؛ لیکن ۵۰/ دن کا ہی حساب لگایا ہے؛ عین ممکن ہے کہ کتابت میں غلطی ہوئی ہو؛ اِس لیے اُن کے یہاں بھی یہی قول صحیح ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب: ۱/ ۲۴۴، الروض الأنف: ۱/ ۲۸۳، رحمۃ للعالمین: ۱/ ۴۰)

اسی طرح ۵۵، ۴۰، ۳۰/ دن وغیرہ کے اقوال بھی آئے ہیں؛ لیکن صحیح وہی ہے، جو اوپر ہم نے بیان کیا، اِسی طرح اوپر جن اقوال میں عام الفیل کے تیس، چالیس بعد وغیرہ کا ذکر آیا ہے، علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ اُن لوگوں نے ''یوم'' (دن) ہی کہنا چاہا تھا؛ لیکن اُس جگہ ''عام'' (سال) کہہ گئے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی: ۲/ ۲۷)

ماہِ ولادت باسعادت

سال کی تعیین کے بعد نمبر آتا ہے مہینے کا، کہ آپ کی ولادت کس مہینے میں ہوئی؟ اِس سلسلے میں کل ۶/ اقوال ملتے ہیں:

(۱) محرم (۲) صفر (۳) ربیع الاول (۴) ربیع الآخر (۵) رجب (۶) رمضان

علامہ ابن کثیر و ابن الجوزی نے فرمایا کہ جمہور اِس پر متفق ہیں کہ آپ کی ولادت ''ربیع الاول'' میں ہوئی۔

(البدایۃ: ۳/ ۳۷۴، صفۃ الصفوۃ: ۱/ ۱۸، المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی: ۱/ ۲۴۵)

اِس کے علاوہ باقی پانچ اقوال کو علمائے سیر و تاریخ نے ضعیف و غریب کہا ہے۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

''و إنما كان في شهر ربيع الأول على الصحيح و لم

يكن في المحرم و لا في رجب و لا في رمضان و لا غيرها من الأشهر ذوات الشرف.''

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی:۱/ ۲۴۸، البدایۃ:۳/۳۷۶)

علامہ زاہد کوثری فرماتے ہیں کہ ربیع الاول کے علاوہ علمائے ناقدین سے اِس باب میں جس مہینے کا بھی ذکر آیا ہے، وہ علمائے نقاد کی جانب سے سبقتِ قلمی کے قبیل کی چیز ہے:

''و قد اتفق جمهرة النقلة على أن مولده كان عام الفيل و أنه كان يوم الاثنين و أن شهر مولده هو شهر ربيع الأول ، و ذكر شهر سواه لمولده صلى الله عليه وسلم ليس إلا من قبيل سبق القلم عند النقاد.''

(مقالات الکوثری: المولد الشریف النبوی:۳۶۲)

راقم السطور کہتا ہے: یہ بات کہ ولادت، ربیع الاول کے علاوہ دوسرے کسی مہینے میں علمائے نقاد کی جانب سے منقول ہونا سبقتِ قلم کی وجہ سے ہے: '' من قبیل سبق القلم'' درست معلوم نہیں ہوتی؛ اِس لیے کہ جن حضرات نے رمضان المبارک میں آپ کی ولادت کی بات کہی ہے، وہ اُس روایت کی بنا پر ہے، جس میں یہ بات آئی ہے کہ حضرت آمنہ: والدۂ سیدِ عالم کا حمل ایام تشریق میں ٹھیرا اور رمضان کے مہینے میں آپ کی مدتِ حمل کے ٹھیک نو مہینے پورے ہوتے ہیں اور صحیح قول کے مطابق آپ علیہ السلام نو مہینے حضرت آمنہ کے بطنِ مبارک میں تھے۔ (شرح الزرقانی علی المواہب:۱/۲۴۶-۲۵۷) لہٰذا یہ رمضان والا قول گرچہ مرجوح و غیر معتبر ہے؛ لیکن سبقتِ قلمی اِس کی وجہ نہیں بنی۔

ایک لطیف توجیہ

علمائے اسرار و معانی نے یہاں ایک لطیف توجیہ بیان فرمائی ہے: وہ یہ کہ آپ علیہ السلام کی ولادت با سعادت ماہِ ربیع الاول میں ہوئی، اِس لیے کہ یہ مہینہ ہر اعتبار سے معتدل ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے تکوینی وقدرتی طور پر ماہِ ''ربیع الاول'' کو اس طرح بنایا ہے کہ اِس ماہ کے لیل ونہار میں گرمی وسردی معتدل رہتی ہے، اِس کی ہوا لطیف وخوش گوار، دھیمی و پر سکون ہوتی ہے، اِس کا سورج بلندی وپستی کے مابین ہوتا ہے؛ نیز ایامِ بیض کی راتوں میں چاندنی اعلیٰ درجے کا اعتدال لیے ہوتی ہے اور اس میں اِس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ آپ کی شریعت افراط وتفریط سے پاک؛ وسط و اعتدال سے متصف ہوگی اور جس طرح موسمِ ربیع زمین کی پیداوار میں بڑھوتری کا باعث ہے، اِسی طرح آپ اپنی امت کے لیے انعاماتِ الٰہیہ کے حصول کا سبب بنیں گے اور جیسے یہ ماہ سلامتی سے متصف ہے؛ آپ اپنی امت کے لیے رحمت وبرکت ثابت ہوں گے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد: ١/ ٤٠٢- ٤٠٣، شرح الزرقانی علی المواہب: ١/ ٢٤٩)

یومِ آفرینش

اب آیئے آپ کا یومِ آفرینش معلوم کرتے ہیں؛ اِس سلسلے میں دو قول ملتے ہیں:

(١) پیر کا دن (٢) جمعہ کا دن۔

☆ ''صحیح مسلم'' اور ''سنن أبی داود'' کی روایات سے پتا چلتا ہے کہ آپ کی ولادت بہ روزِ پیر ہوئی تھی۔ چناں چہ آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ پیر کے دن روزہ رکھنے کے سلسلے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

"ذاک یوم ولدت فیه و یوم بعثت و أنزل علي فیه."

(پیر کا دن تو میرا پیدائشی دن ہے اور اسی دن مجھے نبوت سے نوازا گیا اور اسی دن مجھ پر نزولِ قرآن بھی ہوا تھا۔)

(مسلم:۱۱۶۲، سنن أبي داود:۲۴۲۶)

اِسی طرح مؤرخین واہلِ سیر نے آپ کے پیدائشی دن: پیر ہونے پر اتفاق کیا ہے: علامہ ابن کثیر پیر کے دن پر دلالت کرنے والی کئی روایتوں کو جمع کرنے کے بعد فرمایا:

"و هذا مما لا خلاف فیه أنه ولد یوم الاثنین."

(اور اس بات پر اجماع ہے کہ آپ علیہ السلام پیر کے دن پیدا ہوئے۔)

(البدایۃ:۳/۳۷۴، صفۃ الصفوۃ:۱/۱۸)

بعض حضرات نے کہا کہ آپ کا یومِ ولادت جمعہ ہے؛ حافظ ابن کثیرؒ نے ابن دحیہ کے حوالے سے یہ بات نقل فرمائی اور کہا کہ حافظ ابن دحیہ نے بھی اس کی تضعیف کی ہے اور خود آپؒ نے اُسے خطا پر محمول کیا ہے۔ (البدایۃ:۳/۳۷۴)

علما نے لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام سے "پیر" کے دن کو بڑی خصوصیت حاصل ہے، چناں چہ آپ کی ولادتِ مقدسہ، بعثتِ نبویہ، مکے سے ہجرت، مدینے میں آمد، حجرِ اسود کو اُٹھانا اور اِس جیسے دیگر اہم واقعات؛ حتیٰ کہ وفاتِ مبارکہ بھی اِسی پیر کے دن پیش آئی۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب:۲۹، تاریخ دمشق:۳/۶۷، تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس:۱/۱۹۷)

تاریخِ پیدائش

آپ علیہ السلام کی مبارک آفرینش کس تاریخ کو ہوئی؟ یہ بحث کافی اختلافی

ہے، جس میں متقدمین ومتأخرین کی آرا میں بڑا سخت اختلاف پایا جاتا ہے؛ اِسی لیے ہم اِس بحث کو قدرے تفصیل سے بیان کریں گے۔

کتبِ سیر وتاریخ کے مطالعے سے آپ علیہ السلام کی ولادت کے سلسلے میں ۹/اقوال ملتے ہیں:

(۱) ۱۰/محرم الحرام (۲) ۲/ ربیع الاول (۳) ۸/ ربیع الاول (۴) ۹/ ربیع الاول (۵) ۱۰/ ربیع الاول (۶) ۱۲/ ربیع الاول (۷) ۱۷/ ربیع الاول (۸) ۱۸/ ربیع الاول (۹) ۲۲/ ربیع الاول۔

☆ (۱۰/محرم الحرام) علامہ قسطلانی نے ''**المواھب**'' میں اِس کو ذکر کرتے ہوئے ''غریب'' کہا ہے اور علامہ زرقانی نے فرمایا کہ یہ حافظ مغلطائی کا قول ہے۔ (شرح الزرقانی علی المواہب: ۱/ ۲۴۶)

☆ (۲/ ربیع الاول) یہ قول علامہ ابن سعد نے ''**الطبقات**'' میں ابو معشر نجیح المدنی کے حوالے سے نقل کیا ہے؛ لیکن مؤرخین اِس کی جانب قدرے التفات نہیں فرمایا؛ بل کہ سب نے صیغۂ تمریض کے ساتھ اِس کو نقل فرمایا ہے، جو اِس کے ضعف پر کھلی دلیل ہے۔ (طبقات ابن سعد: ۱/ ۸۱، الاستیعاب: ۲۸، البدایۃ: ۳/ ۳۷۴)

☆ (۱۷/ ربیع الاول) علامہ قسطلانی نے ''**المواھب**'' میں اِس کو ذکر فرمایا ہے اور علامہ بن کثیر نے ابن دحیہ کی جانب سے اِس قول کی تضعیف نقل فرمائی ہے اور آپ خود بھی اِس کے ضعیف ہونے کے قائل ہیں۔

(المواہب مع شرح الزرقانی: ۱/ ۲۴۸، البدایۃ: ۳/ ۳۷۴)

☆ (۱۸/ ربیع الاول)

☆ (۲۲/ ربیع الاول)

علامہ ابن کثیر نے صیغۂ تمریض کے ساتھ اِن اقوال کو نقل فرمایا ہے اور علامہ قسطلانی نے اِن کو نقل کرنے کے بعد فرمایا:

”إن هذين القولين غير صحيحين عمن حكيا عنه بالكلية.“

(جن سے بھی یہ دونوں اقوال منقول ہیں؛ حقیقتاً یہ صحیح نہیں ہیں۔)

(المواہب مع شرح الزرقانی:۱/ ۲۴۸)

علامہ کوثریؒ تاریخِ ولادتِ رسول کے متعلق اپنے مقالے میں فرماتے ہیں کہ آٹھویں، دسویں اور بارہویں تاریخ کے علاوہ دیگر اقوال کی سند نا قابلِ التفات ہونے کی وجہ سے اب بحث کا محور صرف ان تین اقوال پر رہ جاتا ہے؛ لہٰذا باقی بحث صرف ترجیحِ راجح کی حیثیت سے ہوگی۔

(مقالات الکوثری: المولد الشریف النبوی: ۳۶۲-۳۶۳)

علامہ کوثری کے اِس تائیدی قول کے لحاظ سے ہماری مذکورہ بحث میں بھی جن پانچ اقوال کی تردید ہوئی، اب باقی اقوال پر بحث کا دارومدار رہ جاتا ہے۔ رہی بات نویں تاریخ کے قول کی، کہ جس کے تعلق سے علامہ کوثری نے یہاں کچھ نہیں کہا؛ تو اِس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ آٹھویں اور نویں تاریخ کا اختلاف، حقیقی اختلاف نہیں؛ دونوں کے مابین تطبیق وتوفیق ممکن ہے، جیسا کہ خود علامہ کوثری نے آگے چل کر اِس کی تصریح فرمائی ہے۔ (دیکھو! مقالات الکوثری: ۳۷۰)

☆ (۱۰/ ربیع الاول)

یہ قول علامہ ابن سعد نے ”طبقات“ میں محمد باقر کے حوالے سے اپنی سند کے ساتھ بیان فرمایا ہے (ابن سعد: ۱/ ۸۱) اور علامہ کوثری نے اِس کی سند کے تعلق سے یہ بات کہی ہے کہ اِس سند میں تین رواۃ متکلم فیہ ہیں؛ لہٰذا یہ قول بھی قابلِ قبول نہیں

ہوسکتا۔ (مقالات الکوثری: المولد الشریف النبوی:۳۶۳)

☆ (۱۲/ ربیع الاول)

اِس قول کو تمام ہی علمائے سیر و تاریخ نے امام ابن اسحاق سے نقل کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے اِس کو حضرت جابر و حضرت ابن عباس سے روایت کیا اور سب سے زیادہ مشہور قول بھی یہی ہے؛ نیز ابن کثیر نے اِس کو ''مشہور عند الجمہور'' فرمایا (البدایۃ: ۳/ ۳۷۵، الکامل فی التاریخ: ۱/ ۳۵۵) اور اِسی کے مطابق دنیائے اسلام میں زمانۂ قدیم سے محافلِ مولود کا انعقاد چلا آرہا ہے؛ نیز اِسی دن مکے میں مولدِ رسول کی زیارت کا بھی اہلِ مکہ اہتمام کرتے چلے آرہے ہیں۔ (المواہب علی الزرقانی: ۱/ ۲۴۸، شفاء الغرام للشیخ تقی الدین الفاسی المکی: ۲/ ۱۳۰)؛ لیکن مشاہیر علمائے تاریخ و سیر، جلیل المرتبت محدثین اِس کو صحیح قرار نہیں دیتے؛ بل کہ اِس کے خلاف آٹھویں تاریخ کو صحیح و اثبت کہتے ہیں، جیسا کہ آگے اُن مشاہیر علما کی تصریحات ذکر کی جائیں گی۔

امام ابن اسحاق نے گرچہ اِس قول کو نقل کیا ہے؛ لیکن اِس کی سند بیان نہیں کی؛ یہی وجہ ہے کہ علامہ زاہد کوثری نے اِس کو بے سند مان کر قابلِ قبول نہیں سمجھا، چناں چہ آپ فرماتے ہیں:

> ''و أما القول بأنه اليوم الثاني عشر من الشهر فقول محمد بن إسحاق ؛ لكنه غفل من السند كما في مستدرک الحاكم ، فيكون شأنه شأن الأقوال التي لا أسانيد لها.'' (مقالات الکوثری: المولد الشریف النبوی:۳۶۳)

(اور جو قول ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کے سلسلے میں آیا ہے، وہ محمد بن اسحاق کا ہے؛ لیکن اُنھوں نے سند ذکر نہیں کی، جیسا کی مستدرکِ

حاکم میں (بغیر سند کے محمد بن اسحاق کا قول مذکور) ہے؛ لہٰذا اِس قول کی حیثیت کی بے سند اقوال کی ہوئی۔)

اور حضرت جابر و ابن عباس کی جو روایات ابن کثیر نے ''مصنف ابن ابی شیبہ'' کے حوالے سے نقل فرمائی ہیں، وہ راقم السطور کو ''مصنف'' میں نہیں مل پائیں اور یہی ''نا ملنے'' کی شکایت ''البدایۃ'' پر مشہور محقق الدکتور عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی نے بھی کی ہے (دیکھو! البدایۃ: ۳/ ۳۷۵) اور شاید کہ علامہ زاہد کوثری نے بھی اِسی وجہ سے ولادتِ رسول پر لکھے گئے اپنے قیمتی مقالات میں کہیں اِن روایات کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ واللہ اعلم!

البتہ اِس سلسلے میں علامہ علی بن برہان الدین حلبی نے ''السیرۃ الحلبیۃ'' میں یہ بات لکھی ہے کہ ''ابن ابی شیبہ نے تو اِس کو روایت کیا ہے؛ تاہم یہ حدیث معلول ہے۔'' (السیرۃ الحلبیۃ: ۶/ ۱۲۴)

الغرض امام ابن اسحاق کے بعد جن مؤرخین و اہلِ سیر نے بھی (۱۲/ ربیع الاول) کا قول نقل فرمایا ہے؛ وہ ابن اسحاق ہی سے ماخوذ ہے، بعضوں نے اِس کی صراحت کی ہے اور بعضوں نے نہیں کی اور چوں کہ یہ قول بے سند ہے؛ اِس لیے قبول نہیں کیا جا سکتا۔ الغرض اب بقیہ کتبِ سیر میں جہاں ۱۲/ ربیع الاول کا قول آیا ہے، مستقلاً اُن کی تردید کی ضرورت نہیں؛ اِسی مذکورہ تردید سے وہ سب اقوال مندفع ہو جاتے ہیں۔

اِس کے علاوہ ماہر فلکیات نے بھی اپنی تحقیقات کی روشنی میں تیار کردہ جداول میں اِس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ پیر کا دن، جو متفقہ طور پر ولادت کا دن مانا گیا ہے، کسی بھی طرح بارہ ربیع الاول کے مطابق نہیں آتا؛ اِس لیے بارہ ربیع الاول کا قول نہ روایۃً صحیح ہو سکتا ہے اور نہ ہی درایۃً۔

☆ (۸/ ربیع الاول)

یہی قول محققین علمائے تاریخ واہلِ سیر کی نزدیک اصح ہے: حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: یہی قول صحیح واثبت ہے، حمیدی نے ابن حزم سے یہی بیان کیا ہے اور یہی امام زہری عن محمد بن جبیر بن مطعم سے امام مالک، عقیل اور یونس بن زید نے بھی نقل کیا ہے اور ابن عبد البر نے ماہرینِ فلکیات سے اِس کی تصحیح نقل فرمائی ہے اور حافظِ کبیر محمد بن موسیٰ الخوارزمی بھی اِسی کے قطعی ہونے کے قائل ہیں اور حافظ ابن دحیہ نے بھی اِسی کو راجح قرار دیا ہے۔

(دیکھو: البدایۃ :۳/ ۳۷۵-۳۷۶)

نیز شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی: صاحبِ ''المواہب'' نے فرمایا کہ شیخ قطب الدین قسطلانی شافعی کے یہاں بھی یہی اکثر محدثین کا مختار قول ہے اور حضرت ابن عباس، جبیر بن مطعم، حمیدی، ابن حزم اور محققین مؤرخین بھی اِسی کو اپنائے ہیں؛ حتیٰ کہ محمد بن سلامہ قضاعی شافعی نے اپنی کتاب: ''عیون المعارف'' میں ماہرینِ فلکیات کا اِس پر اجماع نقل فرمایا ہے اور محمد بن جبیر بن مطعم جو اہلِ عرب کے انساب وقصص کے عظیم عالم تھے، امام زہری نے آپ سے یہی قول نقل فرمایا ہے۔

(دیکھو: المواہب مع شرح الزرقانی: ۲۴۶-۲۴۸)

اور ابن دحیۃ نے اِس آٹھویں تاریخ کے قول کو نقل کر کے فرمایا: ''یہی قول سب سے زیادہ صحیح ہے، اِس کے علاوہ کوئی قول صحیح نہیں اور اِسی پر مؤرخین کا اتفاق ہے۔''

(السیرۃ الحلبیۃ: ۱/ ۱۲۳)

اِس کے بعد اَب ۹/ ربیع الاول کا قول باقی رہ جاتا ہے۔ اِس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اوپر اب تک جو بحث کی گئی، وہ تقویمِ ہجری کے پیشِ نظر تھی۔ اور جیسا اختلاف ولادتِ رسول کے سلسلے میں ہجری تقویم میں ملتا ہے؛ اُسی قدر عیسوی تقویم میں بھی

پایا جاتا ہے۔ چناں چہ ۲۰/اپریل/۵۷۱ء، ۲۲/اپریل/۵۷۱ء، ۲۱/اپریل/۵۷۱ء اوراپریل/۵۷۰ء کے اقوال کتبِ تاریخ وسیر میں ملتے ہیں؛ لیکن قریبی زمانے میں قسطنطنیہ کے مشہور ماہر فلکی: محمود پاشا نے فنِ ریاضی و ہیئت کے اصول کے مطابق جو زائچہ و جدول اِس غرض سے مرتب فرمایا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اپنے زمانے تک کے سورج و چاند گرہن کا حساب لگایا جاسکے: اپنی تحقیقی کاوش کے بعد یہ بات بیان کی کہ کسی بھی لحاظ سے پیر کا دن ۱۲/ ربیع الاول کونہیں آتا؛ بل کہ ۹/ ربیع الاول ہی کو آتا ہے اور عیسوی تقویم کے لحاظ سے تاریخِ ولادت ۲۰/اپریل/۵۷۱ء ہوگی۔

(دیکھو! نتائج الافہام:۲۱-۳۰، مقالاتِ کوثری:۳۶۹)

لہٰذا ۸/ ربیع الاول کے سلسلے میں منقول روایات اور۹/ ربیع الاول کی ماہرینِ فلکیات کی تحقیق کوسامنے رکھ کر یہی کہا جاسکتا ہے، کہ یہ اختلاف کوئی حقیقی اختلاف نہیں؛ بل کہ مہینے کے ۲۹ اور ۳۰ کے حساب پر مبنی ہے اور جب ماہرینِ فلکیات کی تحقیق سے یہ ثابت ہوگیا کہ صحیح تاریخ ۲۰/اپریل/۵۷۱ء ہے؛ تو آٹھ کے متعلق تمام اقوال نویں تاریخ کی تائید میں پیش ہوسکتے ہیں۔

(مقالات الکوثری:۳۶۹-۳۷۰، قصص القرآن:۴/۴۶۲)

الغرض بعد کے مؤرخین نے بنابریں مذکورہ تحقیق متفقہ طور پر۹/ ربیع الاول ہی کو ولادتِ رسول کی صحیح تاریخ قرار دیا ہے۔

(۱) چناں چہ قاضی سلیمان سلمان منصور پوریؒ فرماتے ہیں:

”ہمارے نبی صلعم موسمِ بہار میں دوشنبہ کے دن ۹/ ربیع الاول ۱ ؁ عام الفیل، مطابق ۲۲/اپریل ۵۷۱ء، مطابق یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی کو مکے معظّمہ میں بعد از صبح صادق وقبل از طلوعِ نیر عالم تاب پیدا ہوئے

۔ اِس کے بعد حاشیے میں فرماتے ہیں ۔ تاریخِ ولادت میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے: طبری و ابن خلدون نے ۱۲/ تاریخ اور ابوالفدا نے ۱۰ لکھی ہے؛ مگر سب کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ کے دن ۹/ ربیع کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتا؛ اِس لیے ۹/ ربیع الاول ہی صحیح ہے۔ ''تاریخ دول العرب والاسلام'' میں محمد طلعت عرب نے بھی ۹/ تاریخ ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔'' (رحمۃ للعالمین:۱/۴۰)

(۲) علامہ شبلی نعمانیؒ ''سیرۃ النبی'' میں رقم کرتے ہیں:

''تاریخِ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت داں عالم: محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے، جس میں اُنھوں نے دلائلِ ریاضی سے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کی ولادت ۹/ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰/ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی۔''

اِس کے بعد حاشیے میں تفصیل سے محمود پاشا فلکی کی تحقیق کا خلاصہ نقل فرمایا ہے۔

(سیرۃ النبی:۱/ ۱۰۹-۱۱۰)

(۳) اور عظیم مؤرخ مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی تحریر فرماتے ہیں:

''چناں چہ ۹/ ربیع الاول، سن ۱/ عام الفیل مطابق ۴۰/ جلوسِ کسریٰ نوشیرواں، مطابق ۲۲/ اپریل ۵۷۱ء بہ روز دوشنبہ بعد از صبح صادق اور قبل از طلوعِ آفتاب آں حضرت محمد پیدا ہوئے۔'' (تاریخ اسلام:۱/ ۷۳)

(۴) مفسرِ قرآن محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ نے ''سیرۃ المصطفیٰ'' میں فرمایا:

''سرورِ عالم سیدِ ولد آدم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ و بارک وسلم وشرف وکرم واقعۂ فیل کے پچاس یا پچپن روز کے بعد بہ تاریخ

۸/ ربیع الاول پیر: یوم دوشنبہ مطابق ماہ اپریل ۵۷۰ء مکہ مکرمہ میں صبح صادق کے بعد ابوطالب کے مکان میں پیدا ہوئے۔ ولادت باسعادت کی تاریخ میں مشہور قول تو یہ ہے کہ حضور پرنور ۱۲/ ربیع الاول کو پیدا ہوئے؛ لیکن جمہور محدثین اور مؤرخین کے نزدیک راجح اور مختار قول یہ ہے کہ حضور ۸/ ربیع الاول کو پیدا ہوئے، عبد اللہ بن عباس اور جبیر بن مطعم سے بھی یہی منقول ہے اور اِسی قول کو علامہ قطب الدین قسطلانی کے اختیار کیا ہے۔'' (سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۷۴-۷۵)

(۵) اِسی طرح مفکرِ اسلام ابوالحسن علی ندویؒ نے لکھا ہے:

''آپ کی ولادتِ شریفہ ۱۲/ ربیع الاول عام الفیل مطابق ۵۷۰ء دو شنبہ کے دن ہوئی۔ لیکن فلکیات کے مشہور مصری عالم اور محقق محمود باشا کی تحقیق یہ ہے کہ آپ کی ولادتِ شریفہ دوشنبہ کے دن ۹/ ربیع الاول کو واقعۂ فیل کے پہلے سال ہوئی، جو (۲۰/ اپریل) ۵۷۱ء کے مطابق ہے۔''

(نبیٔ رحمت: ۱۲۷، سیرتِ رسولِ اکرم: ۲۱)

(٦) اور یہی بات تقریباً علامہ زاہد کوثری نے بھی اپنے مقالات میں بتائی ہے۔

(مقالات الکوثری: ۳٦۲ - ۳۷۰)

فائدہ: تاریخِ ولادت کے اختلاف کی تفصیل کے لیے ماہر ہیئت: محمود باشا فلکی کی کتاب ''تقویم العرب قبل الاسلام'' بڑی لاجواب کتاب ہے، عالمِ عربی کے کبار علما: جیسے علامہ زاہد الکوثری، محقق شیخ احمد شاکر وغیرہ نے اِسے بہت سراہا ہے؛ لیکن یہ کتاب فرانسیسی زبان میں ہے، تاہم علامہ احمد ذکی پاشا صاحب نے اِس کا عربی میں ترجمہ کیا ہے، جس کا نام اُنھوں نے ''نتائج الافہام فی تقویم العرب قبل الاسلام وفی تحقیق مولد النبی وعمرہ علیہ الصلاۃ والسلام'' رکھا ہے؛ نیز اردو زبان میں

جناب قطب الدین ملا صاحب بلگامیؒ کا اِس سلسلے میں بڑا تفصیلی و تحقیقی مقالہ ہے، جو یقیناً اِس موضوع سے لگاؤ رکھنے والوں کے لیے پڑھنے کے لائق ہے، جناب موصوف نے اِس رسالے میں کئی سالوں کے قمری و شمسی کیلنڈروں کے جداول و نقشوں کے ساتھ بڑی جامع بحث فرمائی ہے اور کئی تصدیقات کے ذریعے اپنے موقف پر بڑے مضبوط دلائل قائم کیے ہیں۔

ایک ضروری وضاحت

یہاں یہ بات ذکر کر دینی بھی ضروری ہے کہ کتبِ تاریخ و سیر میں جہاں ایسی ابحاث مذکور ہوتی ہیں، وہاں دو اصطلاحات بہ کثرت ملتی ہیں: ایک: ''مشہور'' اور دوسری: ''صحیح''۔ بعض مرتبہ یہ چوک ہو جاتی ہے کہ قولِ ''مشہور'' کو بعض لوگ قولِ ''صحیح'' سمجھ جاتے ہیں، حالاں کہ کسی بھی قول کے ''مشہور'' ہو جانے سے اس کا محققین کے یہاں ''صحیح'' بھی ہونا کوئی ضروری نہیں ہوتا، بارہا اس کے برعکس بھی ہوتا رہتا ہے، یہ بات اہلِ علم و تحقیق کے لیے بدیہی ہے۔ تاریخ ولادت کی اِس بحث میں بھی بعض مؤرخین سے ایسی غلطی ہوئی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے جہاں تاریخِ ولادت سے متعلق اختلاف ذکر کرتے ہوئے ۱۲/ ربیع الاول کے بارے میں یہ لکھا: ''**ھذا ھو المشھور عند الجمھور**''۔ کئی مؤرخین و سیر نگاروں نے اِس ''مشہور'' کو ''صحیح'' سمجھ لیا اور اپنی تحریرات میں حافظ ابن کثیر کے حوالے سے اِس قول کو نقل کر کے یہ تاثر پیش کرنے کی کوشش کی کہ حافظ ابن کثیر کا مختار قول یہی ہے؛ جب کہ اِسی کے دو سطر بعد آپ نے ۸/ ربیع الاول کے قول کو صراحتاً ''صحیح'' و ''اثبت'' لکھا ہے؛ لیکن اِس جانب اُن مؤرخین نے شاید توجہ نہیں کی اور نہ ہی اپنی تحریرات میں اِس کا ذکر فرمایا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں آنے والے حضرات نے

اِسی قول کو حافظ ابن کثیر کا؛ بل کہ جمہور کا ''مختار قول'' تحریر فرمادیا اور سیرت کی جن کتابوں میں ١٢/ ربیع الاول کو ''جمہور کا قول'' نقل کیا گیا ہے، وہ دراصل حافظ ابن کثیر کی اِسی عبارت پر اپنی تحقیق کے انحصار کا نتیجہ ہے۔

آنِ ولادت

ولادتِ مبارکہ کس گھڑی ہوئی؟ اِس سلسلے میں تین اقوال ملتے ہیں:

(١) رات میں۔ (٢) دن میں۔ (٣) صبح صادق کے وقت۔

☆ پہلا قول: ولادتِ مبارکہ رات میں ہوئی۔

جو حضرات اِس کے قائل ہیں، وہ دراصل حضرتِ عائشہ کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ جس میں یہ آیا ہے کہ مکے میں ایک یہودی تاجر تھا، جس رات آپ علیہ کی ولادت ہوئی، اُس نے قریش سے خطاب کرتے ہوئے آواز لگائی:

''**یا معشر قریش! هل ولد فیکم اللیلة مولود؟**''....الخ

(قریشیو! کیا کل رات تمھارے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟...)

(مستدرکِ حاکم:٢/ ٦٥٧، رقم:٤١٧٧، قال الحاکم: هذا حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاه و قال الذهبي : لا نافیاً لصحته ، تاریخ دمشق:٣/ ٤١٧)

اِس روایت میں ''لیل'' کا ذکر آیا ہے، جو صراحت کے ساتھ آپ کے رات میں پیدا ہونے کو بتلاتا ہے۔

☆ دوسرا قول: ولادتِ مبارکہ دن میں ہوئی۔

اِس قول کے قائلین ''صحیح مسلم'' و ''سنن ابی داود'' میں مذکور اُن روایات سے استدلال کرتے ہیں، جو ولادت کے دن کے سلسلے میں بہ طور استدلال اوپر بیان کی گئیں، یعنی آپ کا قول: ''**ذاک یوم ولدت فیه و یوم بعثت و أنزل علي فیه.**'' (مسلم:١١٦٢، سنن أبي داود:٢٤٢٦)

اِس روایت میں ''یوم'' کا لفظ مذکور ہے، جو اِس بات کی صریح دلیل ہے کہ آپ کی ولادت دن میں ہوئی تھی۔ علامہ قسطلانی نے اِس روایت کو ذکر کر کے فرمایا:

''و هذا يدل على أنه ولد نهاراً.''

(یہ بات صراحتاً دلالت کرتی ہے کہ آپ کی ولادت دن میں ہوئی۔)

(المواہب مع شرح الزرقانی:۱/۲۵۰)

☆ تیسرا قول: صبح صادق کو ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ مرالظہر ان میں عیص نامی ایک راہب تھا، مکے میں جب بھی کسی نومولود کا جنم ہوتا، تو وہ اُس کے تعلق سے ضرور پوچھتا۔ جب اللہ کے نبی علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو آپ کے دادا نے اُس کی طرف آواز دی اور کہا:

''ولد لي الليلة مع الصبح مولود.....الخ''

(میرے یہاں صبح صادق کے وقت ایک بچہ پیدا ہوا۔)

(السیرۃ الحلبیہ :۱/۱۲۳، مختصر تاریخ دمشق لابن منظور:۱/۱۳۲)

اِس روایت میں ''الليلة مع الصبح'' کے الفاظ آئے ہیں، علامہ زرقانی فرماتے ہیں: ''فأفادت المعية أنه ولد عند طلوع الفجر.''

(شرح الزرقانی علی المواہب:۱/۲۵۲)

لیکن تفکر و تدبر سے کام لیں تو اِن مذکورہ روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے، اِن سب میں تطبیق ممکن ہے؛ اِس لیے کہ جب یہ کہا جائے کہ ولادت صبح صادق کو ہوئی؛ تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ولادت رات میں ہوئی اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ولادت دن میں ہوئی؛ اِس کے علاوہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ولادت گرچہ دن میں ہوئی؛ لیکن آثارِ ولادت رات ہی سے نمایاں ہو گئے تھے۔ (کذا فی سیرۃ المصطفیٰ:۱/۷۴)

اور جن روایات میں تاروں کے جھکے آنے کا ذکر ہے، جیسا کہ فاطمہ بنتِ عبد اللہؓ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ولادت کے وقت پورا گھر نور سے بھر گیا تھا، آسمان سے تارے جھکے آرہے تھے اور یہ خوف ہو رہا تھا کہ کہیں یہ تارے ہم پر گر نہ جائیں۔ (تاریخ دمشق:۳/۷۹) اِس روایت سے بھی گرچہ رات کی تائید ہوتی ہے؛ لیکن یہ بعید نہیں کہ صبح صادق کے وقت بھی تاروں کی چمک نظر آجاتی ہے اور کیوں نہ ہو، جب کہ ولادت کے زمانے میں معجزات اور خوارقِ عادت چیزوں کا ایک تسلسل قائم تھا، تو دن میں بھی تاروں کی تدلی و جھکاؤ کوئی مستبعد نہیں؛ اِس لیے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت دن میں صبح صادق کو ہوئی۔

(المواہب مع شرح الزرقانی:۱/۲۵۴)

نکتہ: یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ آفتابِ ہدایت وصداقت کے طلوع کے لیے صبح صادق کا وقت ہی مناسب معلوم ہوتا ہے، جس کا نصف النہار پر استوا چالیس سال بعد ہوگا۔ واللہ اعلم! (سیرۃ المصطفیٰ:۱/۷۴)

مکانِ ولادت

یہ اِس بحث کی آخری کڑی ہے کہ آپ علیہ السلام کی مبارک تشریف آوری کس مقام میں ہوئی؟

سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ علیہ السلام جزیرۃ العرب کے اندر شہرِ ''مکہ'' میں پیدا ہوئے؛ لیکن مکے میں کس جگہ؟ اِس سلسلے میں چار اقوال ملتے ہیں:

(۱) مکے کے ایک ''ردم'' میں، جو ''ردم بنی جمح'' کہلاتا ہے۔

(۲) صفا کی پہاڑی کے پاس ایک گھر میں۔

(۳) مکے سے ۳۶/میل دور ایک بڑے شہر میں جو ''عسفان'' کہلاتا ہے۔

لیکن اِن تینوں مقامات میں آپ کی ولادت کو علمائے تاریخِ بلدان نے شاذ

وغریب کہا ہے۔

(۴) شعبِ بنی ہاشم میں موجود اُس گھر میں، جو ’’زقاق المولد‘‘ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ گھر آپ کے دادا عبدالمطلب کے گھر کا حصہ تھا، جسے بعد میں آپ نے عقیل بن ابی طالب کو ہبہ کر دیا تھا اور عقیل نے اِسے بیچ دیا تھا۔ بعد میں یہ گھر حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف کی ملکیت میں رہا اور محمد بن یوسف نے اِسے اپنے گھر ’’بیضاء‘‘ سے ملا لیا؛ پھر بعد میں ہارون رشید کی والدہ ’’خیزران‘‘ نے یا اُن کی بیوی ’’زینب‘‘ نے اُسے ’’بیضاء‘‘ نامی گھر سے جدا کر کے اُس گھر کو مسجد بنا دیا اور ولادت کی جگہ کو ہموار کر دیا۔

(تفصیل کے لیے دیکھو: شرح الزرقانی علی المواہب: ۱/ ۲۵۷-۲۵۸، سبل الہدی والرشاد: ۱/ ۴۰۸، شفاء الغرام: ۲/ ۱۵۰)

مکے میں یہ جگہ لوگوں کے لیے زیارت گاہ کی حیثیت سے معروف و مشہور ہے اور اہلِ مکہ کا وہاں سے تبرکات حاصل کرنے کا معمول بھی رہا؛ لیکن چوں کہ یہاں بعض غالی لوگوں کی جانب سے خلافِ شرع امور پیش آئے؛ اِس لیے شیخ عباس قطان نے ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں یہاں ایک لائبریری ’’مکتبة مکة المکرمة‘‘ کے نام سے تعمیر کی، جو آج بھی اسی طرح قائم ہے۔

حاصل وخلاصۂ کلام

حاصلِ بحث یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت ۹/ ربیع الاول/ ایک عام الفیل- مطابق: ۲۰/ اپریل ۵۷۱ء بہ روزِ پیر صبح صادق کے بعد مکۂ مکرمہ میں اپنے دادا: خواجہ عبدالمطلب کے گھر ہوئی تھی۔ هذا ما انتهى إليه تحقيقنا، والله أعلم و علمه أتم و أحكم!

کتبہ -- محمد مدثر بنگلوری -- بہ تاریخ: / ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ - ۹/ ستمبر ۲۰۱۶ء